وراثت کے بارے!

قریب ترین رشتہ داروں کے حق [وراثت] ادا ہوچکنے کے بعد، یا ان کی غیر موجودگی میں حقِ میراث ان قریب تر جدی رشتہ داروں کو پہنچے گا، جو ایک آدمی کے فطرتاً پشتی بان اور حامی و ناصر ہوتے ہیں۔ یہی معنی ہیں 'عصبات' کے، یعنی آدمی کے وہ اہلِ خاندان جو اس کے لیے تعصب کرنے والے ہوں۔ اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو پھر یہ حق 'ذوی الارحام' (رحمی رشتہ داروں، مثلاً: ماموں، نانا، بھانجے اور بیٹی یا پوتی کی اولاد) کو دیا جائے گا۔ یہاں بھی نہ تو قائم مقامی کا اصول کام کرتا ہے اور نہ یہ اصول کہ جو محتاج اور قابلِ رحم ہو اس کو میراث دی جائے، بلکہ قرآن کے بتائے ہوئے چار اصول اس معاملے میں کارفرما ہیں:

- ایک یہ کہ قریب ترین کے بعد حصّہ قریب تر کو پہنچے گا اور قریب تر کی موجودگی میں بعید تر حصّہ نہ پائے گا (مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ)
- دوسرے یہ کہ 'غیر ذوی الفروض' کو وارث قرار دینے میں یہ دیکھا جائے گا کہ میت کے لیے نفع کے لحاظ سے قریب تر، یعنی اس کی حمایت و نصرت میں فطرتاً زیادہ سرگرم کون ہو سکتے ہیں (أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا)۔
- تیسرے یہ کہ عورتوں کی بہ نسبت مرد فطرتاً عصبہ ہونے کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ اسی لیے قرآن ماں اور باپ میں سے عصبہ باپ کو قرار دیتا ہے اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: 'فرض حصّے ادا کرنے کے بعد مابقی ترکہ قریب ترین مرد کو دو'۔ لیکن بعض حالات میں عورت بھی عصبہ ہو سکتی ہے، مثلاً یہ کہ میت کی وارث بیٹیاں ہی ہوں اور کوئی مرد عصبہ موجود نہ ہو، تو بیٹیوں کا حصّہ فرض ادا کرنے کے بعد مابقی میت کی بہن کو دیا جائے گا، کیوں کہ وہ اس کی پشتی بان ہوتی ہے۔
- چوتھا اصول قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے کہ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (رحمی رشتہ دار اجنبیوں کی بہ نسبت ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں)۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ (جس کا کوئی اور وارث نہ ہو اس کا وارث اس کا ماموں ہے)۔

یہ ہیں تقسیم میراث کے اسلامی اصول، جن کو سمجھنے میں کوئی ایسا شخص غلطی نہیں کرسکتا، جس نے کبھی قرآن کو سمجھ کر پڑھا ہو اور اس کے مضمرات پر غور کیا ہو۔ ('یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ'، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۵۱، عدد ۴، جنوری ۱۹۵۹ء، ص ۳۴-۳۵)